P. O. RGD. No. A 229

ہماری زبان

انجمن ترقی اُردو (ہند) علیگڈھ کا پندرہ روزہ اخبار

قیمت فی پرچہ، دو آنہ — چندہ، سالانہ، دو روپیہ

جلد ۸ | ۵ جولائی سنہ ۱۹۵۰ء | اڈیٹر۔ قاضی عبدالغفار | ۲۰ رمضان ۱۳۶۹ ہجری | نمبر ۱۳

کچھ اپنی باتیں

پروپیگنڈا

ہمارے مزاجوں اور خیالات پر سیاست کا جادو کچھ ایسا چل گیا ہے کہ جب کسی مقصد کو سامنے رکھا جاتا ہے تو سب سے پہلے یہ فکر ہوتی ہے کہ اوسکا "پروپیگنڈا" کیا جائے۔ پروپیگنڈے کے طریقے دیکھے بھالے اور جانے بوجھے ہیں۔ اخباروں میں زیادہ سے زیادہ لکھا جائے اور لکھوایا جائے۔ جلسوں میں پرجوش تقریریں ہوں سال میں دو چار "یوم" منائے جائیں کسی نہ کسی بہانے کوئی کانفرنس منعقد کی جائے اشتہار تقسیم کیئے جائیں، پوسٹر لگائے جائیں، غرضیکہ کوئی نہ کوئی آواز لوگوں کے کانوں کے پردے سے ٹکراتی رہے!

سرکاری اور قومی زبان کے معاملہ میں بھی ہر طرف یہی طریقے اختیار کیئے جا رہے ہیں اور ہندی پرچار کی تمام ایسی ہی تدبیریں جنکا اوپر ذکر کیا گیا ہے کام میں لائی جا رہی ہیں۔ پھر چونکہ "ہندی" سرکاری زبان ہے اس لیئے سرکاری اقتدار کا وزن بھی اوسی کے پلے میں رکھا ہوا ہے۔

اردو اور ہندستانی کا پرچار کرنے والوں کو ایسی کوئی آسانی میسر نہیں لیکن اگر وہ اس بات کو جانتے ہوں کہ ہر "پروپیگنڈے" کی عمارت کے لیئے ٹھوس اور مضبوط زمین کی ضرورت ہے تو انہیں کے پردوں کو اسٹیج پر پھیلانے سے پہلے اس بات پر غور کرنا ہوگا کہ ہم یہ عمارت ہوا میں بنا رہے ہیں یا اس کے نیچے کوئی مضبوط چٹان ہے! اردو اور ہندستانی کی حد تک ہمیں یقین ہے کہ ہماری چٹان مضبوط ہے اور وہ اردو اور ہندستانی کا مزاج اور عوام میں اوسکی مقبولیت

ہے۔ اس چٹان پر قومی زبان کے مستقبل کی عمارت بنانے کے لئے ہم اسے اور بھی زیادہ مضبوط کر لیا ہے ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ آجکل آردو زبان کے پروپیگنڈے کا دارومدار زیادہ تر جلسوں کانفرنسوں اور مشاعروں پر ہے۔ بجائے خود یہ سب کام بھی مفید ہیں اور بے نتیجہ نہیں ہیں اور یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ ہم زبان کے پرچار کے ان طریقوں کو ناپسند کرتے ہیں۔ لیکن ہم زیادہ تر اپنے کاموں کی بنیاد کو دیکھتے ہیں۔ جس ملک کی آبادی میں ۱۰ فی صدی پڑھے لکھے بھی نہ ہوں وہاں بہت سا پروپیگنڈا ضایع ہوتا ہے۔ وہ اپنے مقصود تک نہیں پہنچ سکتا اور اسٹیج کی سجاوٹ عارضی ہوتی ہے۔ بہروں کے سامنے بین بجانے اور اندھوں کے سامنے چراغ جلانے سے پہلے اونکے بہرے پن کو رفع کرنے اور اونکی آنکھوں میں روشنی پیدا کرنے کی فکر لازم ہے۔ تب ہی ہمارے پروپیگنڈے کے اثر کا دایرہ وسیع ہوسکیگا اور اب ہی ہمیں اپنی جدو جہد کے بہتر نتایج حاصل ہوسکینگے۔

اسی لئے ہم انجمن کی شاخوں پر زور دے رہے ہیں کہ وہ سب سے پہلے اور سب سے زیادہ بچوں اور بالغوں کی تعلیم پر اپنا وقت صرف کریں اور اپنی تعلیمی کوششوں کا ایک ایسا جال تمام ملک میں بچھا دیں کہ پھر ہمارے مقاصد کی تبلیغ اور تشہیر کے تخم بنجر زمین پر نہ گریں بلکہ ہمارے مدرسوں کا ہر طالب علم ہمارا ایک رضا کار بن جائے۔ ان مدرسوں میں ہندستانی زبان سے بچوں کے جذبات اسطرح وابستہ کئے جائیں کہ وہ خود بخود پروپیگنڈے کے کل پرزے بن جائیں۔ جو مشاعرے اور جلسے ملک کے ہر گوشے میں ہوتے رہتے ہیں وہ اس حد تک تو یقیناً مفید اور ضروری ہیں کہ اون سے یہ حقیقت ظاہر ہوتی ہے کہ ملک میں آردو اور ہندستانی کے حامی جاگ رہے ہیں، لیکن اب اس سے ایک قدم آگے جانے کی ضرورت ہے اور کام اب یہی ہے کہ انجمن کی شاخیں سینکڑوں اور ہزاروں مکاتب اور مدرسے قایم کریں اور اسطرح دن رات آردو زبان کے رضا کاروں کی تعداد میں اضافہ کرتی رہیں مشاعروں اور کانفرنسوں کی غرض بھی یہی ہو کہ ان مکتبوں اور مدرسوں کے لئے سرمایہ جمع کیا جائے۔ بیشک اسطرح نتایج حاصل کرنے میں چند سال صرف ہونگے لیکن اپنے کام کی ایک مضبوط بنیاد قایم کرنے کے لئے ہم پر دس پانچ سال کا انتظار گران نہ ہونا چاہئے۔ قومی زبان کا مسئلہ آج ہی تو طے ہوتا نہیں۔ اسکے لئے تو ہندی آردو اور دوسری زبانوں کی جدو جہد عرصہ تک جاری رہیگی اور بالآخر عوام کی کثرت رائے ہی سے یہ معاملہ طے ہوگا۔ محض اس بات سے ڈر جانا کہ کوئی ایک زبان سرکاری زبان بن چکی ہے کم نظری ہے۔ ہوسکتا ہے کہ سرکاری زبان ہندی ہی رہے لیکن قومی زبان کوئی اور زبان بن جائے۔ سوائے شمالی ہندستان بلکہ سوائے اتر پردیش کے ابھی تک ہندی زبان کو عوام کی پوری تائید حاصل نہیں ہے اور وہ ابھی قومی زبان بننے کی منزل سے دور ہے۔ آردو زبان کی آسان شکل "ہندستانی" کو ہم اسی لئے آگے لاتے ہیں کہ اوسکا میل ملک کی دوسری زبانوں سے بھی ہو سکتا ہے اور یہ امید بیجا نہیں ہے کہ قومی زبان جس وقت کوئی شکل اختیار کریگی تو اسمیں آردو اور "ہندستانی" بھی حصہ دار رہیگی۔ اگر یہ

ہو جائے تو بھی ہماری جیت ہے اور اس طرح ہم جس زبان کی حمایت کرتے ہیں اوسکے لئے آزاد ہندستان کی قومی زندگی میں عزت کی جگہ حاصل کر سکینگے - اگر قومی زبان کا نام ہندی ہی ہو لیکن اوسکا مزاج وہ نہ ہو جو اب بنایا جا رہا ہے تو یقیناً وہ بھی "ہندستانی" کی جیت ہے - مقصد تو صرف اسی سامنے رہنا چاہئیے کہ ہماری زبان جو ملک کے مشترکہ کلچر کا سب سے بڑا نشان ہے اس ملک کی مشترکہ زندگی میں اپنی جگہ پر قایم رہے -

---

حضرت صفی مرحوم

لکھنو کے بلند پایہ شعرا اور قدیم اساتذہ کی صف میں ایک بڑے آدمی کی جگہ خالی ہو گئی - خدا انکو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے ! حضرت صفی مرحوم نے ایک شاعر اور ادیب کی حیثیت سے اردو زبان کی بڑی خدمات انجام دیں - ایک زمانہ میں تو مرحوم کی نظمیں خاص و عام کی زبان پر ہوتی تھیں اور لکھنو کے بڑے بڑے قومی جلسے اُن ہی کی نظم سے شروع ہوا کرتے تھے - مرحوم کی بعض نظمیں اور نظموں کے مجموعے شائع بھی ہو چکے ہیں ، لیکن جہاں تک ہمیں علم ہے کوئی کلیات شایع نہیں ہوئی ہے - حضرت صفی لکھنو کی قدیم تہذیب کے ایک دلنواز نمونے تھے اور ساری عمر انہوں نے اپنی اس وضعداری کو نباہا - امید ہے کہ لکھنو کے اصحاب ذوق مرحوم کی کوئی علمی یادگار ضرور قایم کرینگے -

---

ہلکے ہلکے اشارے

شری پرشوتم داس ٹنڈن نے پٹنہ میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ "یہ بڑے فخر کی بات ہے کہ ہندی کو ملک کی قومی زبان مان لیا گیا ہے" لیکن اسی تقریر میں ٹنڈن جی نے یہ بھی فرمایا کہ "مگر ہندی کی بڑھتی ہوئی ہر دلعزیزی سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ہمارا پورا مقصد حاصل ہو گیا ہے ، بہت زیادہ بحث اور جھگڑے کے بعد ہم ہندی کو ایک مشروط شکل میں ملک کی سرکاری زبان تسلیم کرا سکے ہیں —— انہوں نے فرمایا کہ مرکزی حکومت کے محکموں میں انگریزی کے استعمال کے - ۱۵ سال کی حد مقرر کی گئی ہے اور قومی رسم الخط کے ہندسے لکھنے کی بھی اجازت نہیں ملی ہے - یہ عمل ٹنڈن جی کی رائے میں "بد اخلاقی" اور نا انصافی پر مبنی ہے !

—— اب ہم یہ سوچ رہے ہیں کہ اگر ہماری دستور ساز مجلس نے ابھی تک "ہندی" کو صرف سرکاری زبان مانا ہے اور قومی زبان نہیں مانا تو یہ کیسی مشکل کی بات ہے کہ ٹنڈن جی کو ایک وقت میں دو مختلف باتیں کہنی پڑتی ہیں اور وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ "ہندی" کو ہمارے ملک کے باشندوں نے ابھی تک قومی زبان تسلیم نہیں کیا اور "بڑے فخر" کے ساتھ یہ بھی دعوے کرتے ہیں کہ "ہندی کو قومی زبان مان لیا گیا ہے"!

—— سیاسی لیڈروں کے طنبورہ کے ایک ہی تار سے جب دو مختلف راگ نکلتے ہیں تو لیڈری کے فن کا یہ کمال لاجواب ہوتا ہے !!

—— ٹنڈن جی نے یہ بھی بتایا کہ آردو یا فارسی سے کوئی حسد اور رقابت نہیں ہے لیکن "آردو یا ہندستانی کو مسلط کرنا یا انگریزی کو قومی زندگی کے کسی شعبہ میں جاری رکھنا ہماری تہذیبی وراثت کے قومی مزاج کے مطابق نہ ہوگا جس کی صدیوں تک ہمارے لکھنے والوں اور فلاسفروں نے پرورش کی ہے"

—— آردو اور ہندستانی سے ہندی کے رقابت کا ذکر ہی کیوں آتا ہے۔ ہمارے ذہن میں تو کسی ایسی رقابت کا تصور نہیں اور نہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ آردو یا ہندستانی صدیوں پورانے لکھنے والوں اور فلاسفروں کی وراثت ہے، آردو یا ہندستانی کے لئے ہم تو صرف اتنی ہی بات عرض کرتے ہیں کہ یہ ہندی جسے ہم آسان آردو یا ہندستانی کہتے ہیں چلتے پھرتے اور زندہ عوام کی پرورش کی ہوئی زبان ہے، ٹنڈن جی کی ہندی کی طرح یہ ہماری ہندی فلاسفروں کی گود میں نہیں پلی، وہ تو عوام کے جھونپڑوں اور کھیتوں اور بازاروں میں پیدا ہوئی اور آج بھی وہیں زندہ ہے۔ ٹنڈن جی صدیوں پیچھے دیکھ رہے ہیں اور ہماری نظر زبان کی ترقی کے راستے کی اگلی منزلوں پر ہے! ٹنڈن جی اور آردو والوں کے فلسفہ میں فرق جو ہے وہ یہ ہے!!

ساتھی؟ کیا راشٹریہ سنگھ اور مہا سبھا؟ نہیں! مخالفت اپنوں کی طرف سے شروع ہوئی ہے وہ کہتے ہیں کہ آردو کی محبت نے انہیں مجبور کر دیا ہے کہ وہ انجمن پر حملہ کریں

—— حق یہ ہے کہ ہمیں تو آردو سے محبت کے اس حملہ آور تقاضے کا کوئی شکوہ نہیں! اگر کوئی صاحب طرز کوئی ایک سطر بھی ایسی لکھ دے جس سے ہمارے ادبی ذوق کو تسکین حاصل ہو تو پھر شکایت کس بات کی! بلکہ ہم تو عرض کریں گے کہ

اے وقت تو خوش کہ وقت ما خوش کردی!

آردو کورس کی کتابیں

مکرمی۔ عام شکایت یہ تھی کہ کسی درجہ کی آردو کتابیں نہیں ملتی ہیں جس سے آردو تعلیم باوجود اجازت ہونے کے نہیں دی جاسکتی تھی اب حکومت نے آردو کتابیں پرائمری درجات کے لئے حسب ذیل مطابع میں چھپوا دی ہیں۔ اگر طلباء کو مقامی کتب فروشوں سے کتابیں حاصل کرنے میں دقت ہو تو وہ اپنی کتابیں پریس سے منگوا سکتے ہیں۔ امید ہے کہ دوسرے مضامین کی کتابیں۔ (جغرافیہ۔ تاریخ۔ الجبرا۔ جامیٹری) وغیرہ بھی جلد چھپ کر تیار ہو جائیں گی۔

۱۔جی۔ آر۔ بھارگو چندوسی، آردو پرائمر مصنفہ اے۔ آر قریشی۔

۲۔نولکشور پریس لکھنؤ پبلک ریڈر حصہ ۲و۵۔
پبلک حساب حصہ ۲و۴۔

۳۔گلاب سنگھ اینڈ سنس پبلک ریڈر حصہ ۲و۴۔
میوٹ روڈ الہ آباد پبلک حساب حصہ ۳و۵۔

شجاعت علی سندیلوی ممبر آردو تعلیم کیٹی۔لکھنؤ

—— معاصر "قومی آواز" نے انجمن کے متعلق اپنے ایک اداریہ کو ان الفاظ سے شروع کیا ہے:۔ "ادھر انجمن ترقی آردو نے اپنا نوجیون لیا ہے اور کام کی طرف قدم بڑھایا ہے ادھر مخالفت شروع ہو گئی۔ مخالفت کون لوگ کر رہے ہیں؟ شری ٹنڈن جی اور آنکے

جامعہ اردو علیگڈھ

(اطلاع)

حسب معمول جامعہ اردو کے امتحانات اس سال ۲۰ نومبر سے شروع ہوں گے۔ فارم امتحان تیار ہیں۔ ۱۰ اکتوبر تک فارم معہ خانہ پوری مع فیس دفتر رجسٹرار میں پہونچ جانا چاہئے۔ فی الحال اٹاوہ۔ اسارا۔ اودے پور۔ امروہہ۔ بھوپال۔ پرتاب گڈھ۔ ٹونک۔ رامپور۔ شاہجہانپور۔ علیگڈھ۔ کانپور۔ کلاؤنی۔ للت پور۔ مہو۔ ملک۔ منٹو۔ تھنہ۔ بہجن۔ نہٹور اور لیماھیڑہ میں امتحان کا سنٹر قائم ہے۔ ان مقامات کے علاوہ اگر کسی دوسرے مقام سے کم از کم دس امیدوار شریک امتحان ہوں اور امتحانات کا معقول انتظام ہو تو وہ مقام امتحان کا سنٹر بن سکیگا۔ نصابات کی تمام کتابیں جامعہ نے اپنی نگرانی میں کانفرنس بک ڈپو سلطان جہاں منزل علیگڈھ میں فراہم کردی ہیں۔ امیدواران وہاں سے معلومہ کتابیں اور امتحانات کے پرچے طلب کر سکتے ہیں۔ امید ہے کہ یہ امتحانات عنقریب مسلم یونیورسٹی اور دیگر بورڈوں سے تسلیم کرلئے جائیں گے اور اس وقت طلبا صرف انگریزی زبان کا امتحان دے کر آگے بڑھ سکیں گے اس لئے ان امتحانات سے فائدہ اٹھائیے اور جلد از جلد نصاب طلب کر کے مطالعہ شروع کردیجئے تاکہ کامیابی یقینی ہو جائے۔

سید طاہرالدین علوی
رجسٹرار جامعہ اردو
علیگڈھ۔

اردو کا نیا ٹائپ رائٹر

کراچی ۲۷ جون۔ معلوم ہوا ہے کہ آج کل امریکہ میں اردو کا ایک جدید اور نیا ٹائپ رائٹر تیار کیا جا رہا ہے جس سے اردو ٹائپ رائٹنگ اور رسم الخط میں انقلابی تبدیلیاں ہو سکتی ہیں۔ اس ٹائپ رائٹر کی صورت اصل "کی بورڈ" میں ہے یہ "کی بورڈ" ۴۴ کھونٹیوں پر مشتمل ہوگا اور اس میں اردو انگریزی ہندسے اعراب، اردو کے تمام حروف اور مختصر نشانات سب ہی کچھ ہوں گے یہ "کی بورڈ" پاکستان کے محکمہ تعلیم نے تیار کیا ہے اور اب امریکہ میں اس پر تجربے کئے جا رہے ہیں۔

اپنے دیس کی خبریں

لکھنو

انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڈھ کی ایک شاخ قایم کردی گئی ہے جسکے کنوینر آل احمد سرور صاحب مقرر ہوئے ہیں۔ اس کمیٹی کے زیر اہتمام اساتذہ لکھنو کا ایک جلسہ ۲۲ مئی کو سرور صاحب کے مکان پر منعقد ہو چکا ہے جسمیں اردو تعلیم کی مشکلات اور رکاوٹوں پر غور کیا گیا۔ ایک کمیٹی بھی مقرر کی گئی ہے جسے اختیار دیا گیا ہے کہ وہ حسب ضرورت اردو کی ترقی و بقا کے لئے مناسب کارروائی کرتی رہے اس کمیٹی کے اب تک دو جلسے ہو چکے ہیں اور یکم جون کے جلسہ میں ایک پروگرام بھی مرتب کیا گیا ہے۔ اس کمیٹی کے ارکان میں شہر کے اعلے تعلیمی اداروں کے ذمہ دار شامل ہیں۔ کمیٹی نے ایک مختصر پروپگنڈا کمیٹی بھی بنائی ہے جسکے سکریٹری مولانا عرشی ہیں۔

بڑا گاؤن

جناب ظہور احمد صاحب علیگ لکھتے ہیں کہ بڑا گاؤں ضلع بلیا کے ارباب اردو نے "اقبال لائبریری" قائم کی ہے۔ اور اس کا افتتاح جناب حافظ محمد ابوالحسنات صاحب نے کیا ہے جو اردو ادب کا بہترین ذوق رکھتے ہیں۔

لائبریری کے اراکین عید کے موقع پر ایک

اجتماع کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں ۔ جس میں طلبہ کا تقریری مقابلہ ہوگا اور اچھی تقریر کرنے والوں کو انعامات دئے جائیں گے ۔

کامٹی

انجمن ترقی اردو کی مجلس منتظمہ کا ایک جلسہ زیر صدارت جمیل عرشی صاحب صدر انجمن منعقد ہوا ۔ صدر نے اپنی تقریر میں زبان کے مسئلہ پر مفید مشورے دیے اور بتایا کہ انجمن کیا کام کر رہی ہے ۔

سکریٹری نے اپنی رپورٹ پیش کی ۔

طے پایا کہ انجمن کے زیر اہتمام ایک صوبائی مشاعرہ کیا جائے ۔ یہ بھی طے ہوا کہ کتب خانہ جو عرصہ سے بند تھا پھر جاری کیا جائے ۔ نیز ایک کمیٹی اس غرض سے مقرر کی گئی کہ وہ مدرسہ شبینہ کی ترقی اور استحکام کی تدابیر اختیار کرے ۔

صوبہ میں اردو زبان کی تعلیم کے متعلق حسب ذیل قرارداد بھی منظور کی گئی :-

یہ جلسہ مدھیہ پردیش کی اُن میونسپل کمیٹیوں کے رویہ کی سخت مذمت کرتا ہے جو اردو پرائمری اسکول ختم کر دینے کی روش اختیار کر رہے ہیں اور حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ کل ہند تعلیمی کانفرنس کے فیصلہ کا لحاظ رکھے جس میں مادری زبان کے متعلق خاص رعایتیں دی گئی ہیں ۔ "

۱۱ جون کو ایک مشاعرہ زیر صدارت مولانا عبدالستار فاروقی صاحب ایم ایل اے منعقد ہوا ۔ صوبہ کے شعرا کا بہت بڑا مجمع تھا ۔ ظہیر انصاری صاحب ناظم انجمن ترقی اردو کامٹی شعرا سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ مشاعرہ کی غزلیں جلد انجمن کے دفتر میں بھیج دیں ۔

کوئٹہ (بلوچستان)

ایک نامہ نگار لکھتے ہیں کہ :-

خود غرض حضرات کے ہاتھوں سے اردو زبان کو کافی نقصان پہنچا ہے ۔ کوئٹہ میں جبریہ تعلیم کا قانون نافذ ہوا لیکن اوسمیں زبان صرف ہندی رکھی گئی ۔ لیکن ہم جد و جہد کرتے رہے اور ابھی تک ہم نے اردو زبان کو قایم رکھا ہے ۔ ادبی انجمنوں کی شاخیں قایم کی گئی ہیں اور اردو کے امتحانات کے مرکزوں پر بھی کام ہو رہا ہے پندرہ روزہ نشست عرصے سے ہوتے ہیں اور اسلامیہ اسکول کے ذریعہ سے تعلیم بالغان کا انتظام کیا گیا ہے ۔ ایک علمی سوسائٹی قایم کی گئی ہے جسکا بعد میں انجمن ترقی اردو سے الحاق کر دیا جائیگا ۔

مدراس

حضرت کمال ' معتمد اطلاع دیتے ہیں کہ بزم اردو مدراس کا چھٹا سالانہ انعامی مشاعرہ ۲۲ جولائی ۱۹۵۰ع کو زیر صدارت خان بہادر امام العلما علامہ مولوی ڈاکٹر محمد عبدالحق صاحب بہادر یم اے ڈی فل (آکسن) پرنسپل پریسیڈنسی کالج مدراس منعقد ہوگا ۔ الحاج مولانا مولوی نذیر حسین صاحب بی اے مشاعرے کا افتتاح فرمائینگے

مصرع طرح یہ تماشہ دیکھتے ہیں خود جلا کر آشیاں اپنا ۔

عنوان برائے نظم :- "بیتے دن" ۔ عنوان برائے مضمون :- " زندگی کے نئے تقاضے "

گورکھپور

عبداللہ فاروقی صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ گورکھپور میں انجمن ترقی اردو کی ایک شاخ قایم کرنے کیلئے ۲۶ جون ۵۰ع کو مقامی نوجوان ادیبوں کا ایک جلسہ زیر صدارت جناب مرزا ہاشم حسین صاحب بی اے منعقد ہوا جس میں مندرجہ ذیل

انتخابات عمل میں آئے۔

صدر۔ جناب عبدالاحد صاحب معظم آبادی

نائب صدر۔ جناب مبارک اللہ صاحب

سکریٹری۔ جناب اظہار احمد صاحب

جوائنٹ سکریٹری۔

جناب آر۔ کے سریواستوا صاحب ایم اے بی

فراقی جذبہ ساز، عثمانی صاحبہ

طے پایا کہ عنقریب ایک اردو کانفرنس اور

مشاعرہ منعقد کیا جائے۔

نئی کتابیں اور رسالے

"ماحول"

سالانہ چندہ چھ روپے، فی پرچہ ایک روپیہ،

ملنے کا پتہ، مکتبہ قصر اردو، اردو بازار۔ دہلی۔

"ماحول" دوماہی رسالہ ہے جو حمیدہ سلطان صاحبہ اور مظفر ادیب کی نگرانی میں دہلی سے شائع ہوتا ہے۔ وہ خود اپنے الفاظ میں اردو کے عوامی ادب کا ترقی پسند نمایندہ ہے۔

ہندستان میں اس وقت ترقی پسند ادب کی نمائندگی کرنے والے رسالے ایک ہی دو باقی رہ گئے ہیں "ماحول" کے پہلے پرچہ کی ترکیب اور اوسکے مضامین کی نوعیت سے اندازہ اچھا معلوم ہوتا ہے اور یہ امید بیجا نہیں کہ یہ رسالہ ایک بڑی کمی کو پورا کریگا۔ "ترقی پسند ادب" کی راہ مشکل ہے۔ (اسمیں دو چار بہت سخت مقام آتے ہیں!) اور خطرے بھی بہت ہیں اس لئے ترقی پسند ادیبوں کو ترقی پسندی کے لیبل سے قطع نظر کر کے ترقی پسندی کے بنیادی مقصد کا دامن مضبوط پکڑنا چاہیے۔ ہمیں امید ہے کہ "ماحول" عوامی ادب کا اچھا نمونہ پیش کریگا۔ زیر نظر پرچے میں بھی بعض مضامین اور افسانے بہت اچھے ہیں۔

چھان بین (از مرزا جعفر علی خاں اثر لکھنوی، قیمت تین روپیے آٹھ آنہ مجلد ملنے کا پتہ دانش محل امین الدولہ پارک لکھنؤ۔)

حضرت اثر لکھنوی کا شمار ان شعرا میں ہے جو سخن وری اور سخن سنجی پر کم و بیش یکساں قدرت رکھتے ہیں۔ شاعری اور تنقید نگاری کے اس امتزاج سے انہیں یہ فائدہ پہونچا ہے کہ وہ دونوں کے معیار کو بلند رکھنے میں کامیاب ہیں۔ "چھان بین" اثر صاحب کے بیدرہ تنقیدی مضامین کا مجموعہ ہے۔ جو ۲۳۰ صفحوں پر پھیلا ہوا ہے۔ اس کتاب کا آغاز چند سطری "گذارش" سے ہوتا ہے۔ اس میں انھوں نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ وہ کسی مخصوص اصول تنقید یا مکتب نقد کے پیرو نہیں ہیں بلکہ کوئی کتاب نظم یا ادب پارہ پڑھ کر ان کے دل میں جو خیالات پیدا ہوتے ہیں یا ان کے حسن و قبح کے متعلق جو تاثرات ابھرتے ہیں انہیں قلمبند کر دیا ہے۔ فن تنقید نگاری کے نقطہ نظر سے یہ بات بحث طلب ہے لیکن اس حقیقت سے کسی طرح انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ہر نقاد کسی نہ کسی طرح اس رد عمل ہی کا تذکرہ اپنے مضامین میں کرتا ہے جو کسی تحریر کے پڑھنے کے بعد اس کے خیالات میں رونما ہوتا ہے۔ اس لئے اثر صاحب کی یہ تنقیدی کاوش انفرادی پسندیدگی یا ناپسندیدگی کا نتیجہ ہونے کے باوجود صداقت پر مبنی ہے اور علم و فضل کے ساتھ ساتھ مصنف کی گہری نگاہ کا پتہ بھی دیتی ہے۔

مجموعہ کا پہلا مضمون چکبست کی شاعری سے متعلق ہے۔ اس مضمون کے پڑھنے سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ اثر صاحب ادب کی عہد بعہد تبدیلیوں کو ماحول اور زندگی کی تبدیلی کا نتیجہ سمجھتے ہیں۔ ڈاکٹر علامہ اقبال کی شاعری پر دو مضامین بصیرت اور سخن فہمی کے آئنہ دار ہیں۔ احمد ندیم قاسمی کے مجموعہ

قطعات'' دم جھم '' پر ایک مضمون خالص تاثراتی انداز میں لکھا گیا ہے۔ حضرت اصغر گونڈوی کی شاعری پر دو مضامین ہیں جن میں سے دوسرا مضمون جواب الجواب کی حیثیت رکھتا ہے ''آتش و ناسخ سے پہلے لکھنؤ میں شاعری کا جو رنگ تھا اس کی نمایندگی قاضی محمد صادق اختر کی شاعری کرتی ہے۔ حضرت اثر نے اُن کے قلمی دیوانوں کے پیش نظر اختر کی شاعری پر ایک دلچسپ مضمون لکھا ہے اور اسے اس مضمون میں ایک نہایت اعلیٰ انتخاب بھی شامل کر دیا ہے۔ اسی طرح ''تسہیل البلاغت'' میں لکھنؤ کی شاعری پر جو نا منصفانہ اعتراضات کئے گئے تھے اثر صاحب نے دو مضامین میں اُن پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ اس مجموعہ میں تین مضامین ایسے بھی ہیں جن میں فراق گورکھپوری کی شاعری اور اُن کے خیالات کی خامیاں دکھلائی گئی ہیں۔ ایک مضمون میں مرزا غالب کے چند بحث طلب اشعار کی شرح بڑے دلکش انداز میں پیش کی گئی ہے۔ ان تمام مضامین کے مطالعہ کے بعد یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اکثر مضامین ''بحث و مباحثہ'' کا انداز لئے ہوئے ہیں۔ لیکن ان میں لسانی ادبی اور تنقیدی نکتے سمو دیے گئے ہیں۔ آخر میں ایک بات کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے وہ یہ کہ اثر صاحب کے اعتراضات اور طنز میں بعض مقامات پر ضرورت سے زیادہ تلخی نظر آتی ہے جو تنقید کے عام اصولوں کے خلاف ہے۔ بہر حال اس میں شک نہیں کہ ہمارے ادبی مباحث میں یہ کتاب ایک اچھا اضافہ ہے۔

''افکار ابوالکلام آزاد''

(از قاضی عبد الغفار)

حضرت مولانا آزاد کی علمی زندگی اُن کی نفسیاتی زندگی سے الگ کوئی چیز نہیں ہے۔ جس وقت اس کتاب کی ترتیب کا خیال آیا تھا تو مقصد صرف اتنا ہی تھا کہ حضرت مولانا کی شخصیت کا خود اُن کے ادب کے آئینہ میں جو عکس نظر آتا ہے اُسے پیش کیا جائے لیکن پبلشرز کے اصرار پر اس ادبی تبصرہ میں سوانح عمری کے ایک باب کا بھی اضافہ کرنا پڑا۔ بہر حال کتاب کی روح اُس کا وہی حصہ ہے جس میں حضرت مولانا کے ادب کے آئینہ میں اُن کی جینیس کے عکس کو پکڑنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اُردو زبان کے ادب میں اس قسم کا ''مطالعہ'' اہم ہی کتاب ہے۔

قیمت چھ روپیہ

مہتمم انجمن ترقی اردو علی گڈھ

آصف علی صاحب اختر زیدی

کے ادبی افکار کا ایک عکس جس میں زندگی کے فلسفہ کا ایک رخ بہت ہی دلپذیر انداز سے پیش کیا گیا ہے

''پرچھائیں''

کے صفحات پر دیکھئے۔ یہ اپنی قسم کی پہلی ادبی تشبیہ ہے جسے انجمن ترقی اردو نے ٹائپ کی بہترین طباعت میں پیش کیا ہے۔ اردو زبان کی ترقی کے لئے انجمن کے دورِ جدید کا یہ پہلا نقش ہے۔

قیمت فی جلد۔ چار روپیہ

مہتمم۔ انجمن ترقی اُردو (ہند)۔ علی گڑھ۔

بہ اہتمام عزیز حسن عزیز مینیجر مسلم یونیورسٹی پریس علی گڈھ میں چھپا اور قاضی عبد الغفار صاحب پبلشر نے صدر دفتر انجمن ترقی اردو علی گڈھ سے شائع کیا۔